اکائی 3 داستان کے جزیات: رزم، بزم، طلسم، عیاری، کردار

ساخت

3.1 اغراض ومقاصد

3.2 تمہید

3.3 بزمیہ داستانیں

3.4 رزمیہ داستانیں

3.4.1 رزمیہ منظومات میں عشقیہ داستانوں کا اثر

3.4.2 مذہبی اساطیر پر مبنی داستانیں

3.5 داستانوں میں طلسم کا عنصر

3.6 داستانوں میں عیاری کردار

3.7 آپ نے کیا سیکھا

3.8 اپنا امتحان خود لیجیے

3.9 سوالات کے جوابات

3.10 فرہنگ

3.11 کتب برائے مطالعہ

3.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں آپ

- بزمیہ داستانوں اس کے پس منظر ماحول اور موضوع کو سمجھیں گے
- رزمیہ داستانوں میں لمحہ بہ لمحہ وقوع پذیر ہونے والے دلچسپ واقعات اور معرکہ آرائی کو جان سکیں گے
- تمام مذاہب کی مقدس کتب میں موجود اسطوری وداستانوی عنصر کو کس طرح پیش کیا جاتا ہے اس کا مطالعہ کریں گے
- داستان میں طلسم کا عنصر دلچسپی کے اعتبار سے کس قدر اہمیت اور وقعت رکھتا ہے اس کا مطالعہ کرسکیں گے
- داستانوں عیاری کردار کے سبب پیدا ہونے والی صورتحال سے داستانوں میں کیسے موڑ آتے ہیں یہ جانکاری حاصل کریں گے

3.2 تمہید

داستان خود بخود ایک جزوئیات کا مرقع ہے جس میں کہانی در کہانی، قصہ در قصہ کی تکنیک کو جزوئیات نگاری، تفصیلاً طول طویل اور دلچسپ بنا کر سنانے کا اہتمام داستان گو کرتے رہے ہیں۔ داستان گو گاہے گاہے غیر محسوس طور پر اپنی داستانوں میں جزوئیات کو شامل کر کے داستان کو دلچسپ طویل اور رنگین بناتے ہیں۔ ان جزوئیات میں خصوصی طور پر چار پہلو رزم، بزم، طلسم وعیاری کردار اہم ہیں۔ جن کی مدد سے داستان گو ہمارے دلوں میں گھر کر لیتے ہیں۔

داستانوں میں خوشی اور غمی کے سینکڑوں مواقع آتے ہیں اس لیے انسان جذبات کی تنقیہ، تہذیب، تادیب اور تحدید کا ایک موقع مل جاتا ہے اور وہ دوسروں کی خوشی میں خوش اور دوسروں کے غم سے غمگین ہو جانے کا سبق سیکھتا ہے۔ داستانوں کے آئینے میں انسان اپنی پستی کو بلندی میں جبر کو اختیار میں اور خیال کو عمل میں رونما ہوتے دیکھتا ہے۔ تو وہ ایک لمحے کے لئے ایسا اطمینان وانبساط محسوس کرنے لگتا ہے جو کسی اور طرح میسر نہیں آ سکتا۔ یہ لمحاتی انبساط انسان کو بہت سے اعصابی امراض اور ذہنی الجھنوں سے نجات دلاتا ہے۔ اس کے خیالات وجذبات میں وسعت توانائی اور پاکیزگی پیدا کرتا ہے۔ پھر داستانوں کی دنیا تو اتنی وسیع اور اتنی آزاد ہے کہ یہاں کسی پر نہ آسمان سخت ہے اور نہ زمین تنگ، نہ کسی کا کوئی حاکم ہے نہ محکوم، ہر شخص اپنے مزاج کے موافق جو راہ چاہے اختیار کرے۔ کامیابی وناکامی خود اس کے عزم وعمل پر منحصر ہے۔ بقول کلیم الدین احمد

> ''یہاں اولعزمی کا میدان سامنے ہے۔ جرأت، طاقت اور ہمت کی آزمائش ہے۔ امن وامان کے بدلے خطروں سے سابقہ ہے۔ ہر شخص اپنی جرأت اور طاقت کو آزماتا ہے اور صلہ پاتا ہے۔ زندگی کا دوسرا رخ بھی ہے لطیف، نرم ملائم پہلو بھی ہے۔ دوسری قسم کی مہمیں بھی ہیں یعنی عشق کی اور یہ سلسلہ زندگی سے اس قدر گندھا ہوا ہے کہ کسی لمحہ الگ نہیں ہوسکتا۔ محبت، جوانی اور اس کی امنگوں کا بھی امتحان ہے۔ غرض جذباتی دنیا بڑی وسیع ہے ہر قسم کے جذبات کا ایک بڑھتا ہوا سلسلہ جاری ہے۔ رزم کی خواہش ہے تو ہمیں گوئے ہمیں چوگان۔ کوئی شے مانع نہیں ہے۔ بزم کی طرف میلان ہے تو سامان عیش و عشرت دعوت نظارہ دیتے ہیں۔ کہیں میدان کارزار ہے پہلوانان پیلتن اور بہادران صف شکن کا جہاد ہے۔ کسی طرف معشوقان خصال کا مجمع ہے عشق کی کارفرمائیاں ہیں گردش لیل ونہار کے نقشے ہیں۔ ابھی عیش وعشرت کا سامان ہے تو ابھی رنج والم ودرد وغم کی دشوار گزار گھاٹیوں سے گزرتا ہے۔''

(کلیم الدین احمد ''اردو زبان اور فن داستان گوئی ص 14-24)

3.3 بزمیہ داستانیں

داستان کے فن کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ داستان محفل آرائی کا ایک زبانی، بیانیہ وعوامی فن ہے۔ داستانوں کی ابتداء ہی ایسی ہوتی ہے کہ اسے کسی داستان گو کے ذریعہ حاضرین مجلس کے روبرو پیش کیا جارہا ہو۔ یعنی داستان گوئی کا فن تنہائی اور تخلیہ کی بجائے محفل آرائی کا مجاز ہے یہ عوام کے بڑے گروہ کو ترجیح دیتا ہے خواہ وہ ریت پر بیٹھے ہوئے چند افراد ہوں۔ داستان گوئی کی عام سی محفل ہو یا دربار میں خصوصی التزام کے ساتھ سنائی جانے والی خواص یا بادشاہوں، نوابوں امراء اور خواص کی محفل ہو۔ یہ تحریری بیانیہ کے برعکس داستان گو ہمیشہ اپنے سامعین اور حاضرین کو زبانی طور پر سنائی جاتی ہے۔ لہذا بزمیہ داستانوں کے موضوعات میں حُسن وعشق کے رنگین اور دلکش مناظر بیان کئے جاتے ہیں۔ مافوق الفطری عناصر اور انجانی ان دیکھی دنیاؤں کی سیر اور اس سے وابستہ قدم قدم پر متحیر کرنے والے واقعات اور اتفاقات سامع کو نہ صرف ضط فراہم کرتے ہیں بلکہ اس کی قوت متخیلہ اور تصوراتی استعداد میں بھی خاطر خواہ اضافہ کرتیہیں جس سے ساری بزم حظ اٹھاتی ہے۔ لہذا بزمیہ داستانوں کی قسم وہ ہے جس کے بیان کو بزم اور داستان کی رنگین بیانی درکار ہو۔ اس طرح یہاں ایک بات مدنظر رکھنے کی ہے کہ جب ہم داستان کے ساتھ زبانی ہونے کی شرط عائد کرتے ہیں تو وہ تحریر لازماً 'تحریری بیانیہ' سے کئی معنوں میں مختلف ہوجاتی ہے اس لئے داستان اگرچہ تحریر بھی کی جاتی تھی تو اس تحریری مرحلے میں بھی اس میں زبانی پن کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ بقول شمس الرحمٰن فاروقی

> ''داستان سنانے کی چیز ہے داستان اگر لکھی جائے اور چھاپ بھی دی جائے تو اس کا اصل مصرف یہی ہوتا ہے کہ وہ زبانی (طور پر) سنائی جاتی ہے۔ وہ لکھی بھی اسی طرح جاتی ہے گویا زبانی سنائی جارہی ہو۔''

داستان گو کے پاس داستان میں دلچسپی پیدا کرنے اور قاری کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے بیشتر تکنیکوں اور حربوں کا استعمال کیا کرتے ہیں۔ ان بہت سارے وسیلوں میں ایک وسیلہ یہ ہے کہ وہ حقیقت کی دنیا سے الگ قاری کے لیے سامان کا ایک جہان دلکش آباد کرتا ہے اس دنیا میں ان لوگوں کی کثرت وفراوانی ہے جنہیں خدا نے تاجداری وجہاں بانی کا شرف بخشا ہے۔ باشاہ، وزیر، امیر، تاجر سے اس دنیا کی رونق اور آبادی ہے۔ بادشاہوں، وزیروں، امیروں اور تاجروں کی اس دنیا کی رونق اس کی شان وشکوہ، اس کی شان وجلال و جمال میں ہی قاری کے لیے وہ کشش ہے جس سے وہ اپنی سیدھی سادی حقیقت کی دنیا میں محروم رہتا ہے۔ اس رنگین، حسین وجمیل اور پُرشکوہ دنیا کی تشکیل وتعمیر داستان گو کے فن کی روایت کا حصہ ہے۔ اپنی روایت کو اس دلکشی سے وہ قاری کے دل کو موہ لیتا ہے۔ بادشاہ، وزیر، امیر کی اس دنیا پر پریوں کا سایہ بھی ہے۔ پریاں، جن، دیو، ساحرہ اور نجومی رومان کی اس عجیب وغریب دنیا کے باسیوں کی مسرت وغم میں ان کے شریک ہیں۔ لہذا قاری کو اس دنیا میں اس قدر عجیب اتفاقات نظر آتے ہیں جو عقل وفہم کی رسائی سے باہر ہیں۔ ان غیر معمولی اور مافوق الفطرت باتوں کو عقل کسی صورت میں بھی قبول نہیں کرسکتی۔ اس لئے کہ انسانی تجربے اور مشاہدات کے لیے یہ سب کچھ

انوکھا، ان دیکھا اور نرالا ہے۔ تاہم داستان گو کا دائرہ عمل دنیائے حقائق کی بجائے سحر اور جہان نظر کی بجائے عالم تخیل وتصورات ہے۔ لہذا داستان کا قاری اسی دنیا کی سیر سے مطمئن ومسرور ومحظوظ ہوتا ہے۔ یوں داستان گو کے اس فنی منصب کی تکمیل ہوجاتی ہے کہ وہ قاری کے لیے سر درد اور انبساط کا سرمایہ فراہم کرے۔ قاری اپنے بوجھل اور تھکا دینے والے معمولات سے بیگانہ ہوکر داستان گو کی انگلی پکڑ کر اس کی عجیب وغریب دنیا اور محیر العقول واقعات کی سیر کو چل پڑے۔

تخیل وتصور کی اس دنیا کے باشندے یوں دیکھنے میں ہماری دنیا کے انسانوں سے اگر چہ ملتے جلتے ہیں تا ان ہی کرداروں کی غیر معمولی قوت وعمل کی بنیاد پر ان کی سیرت اور شخصیت مثال بن جاتی ہے۔ جو نیک کو نیکیوں کی ان تمام خوبیوں وخصوصیات کا حامل ہے جو انسان کے تصورات وگمان میں آسکتی ہیں۔ جو بد ہے وہ بدی کا ایسا مجسمہ ہے کہ شیطان بھی اس سے پناہ مانگتا ہو، نیکی اور بدی کی قوتوں کے حامل اور علمبر داران مثالی کرداروں کی شناسائی قارئین کو اس لیے مطمئن کرتی ہے کہ یہاں انہیں وہ اہم اقدار بر سر عمل نظر آتی ہے جس کا حقیقی دنیا میں وہ صرف تصور ہی کر سکتے ہیں۔ وہ بدی جو اس زندگی میں ہمیشہ سختیوں، آزمائشوں اور ابتلاء میں مصروف رکھتی ہے یہاں نیکی سے متصادم ہوتی ہے تو شکست کھا جاتی ہے۔ یہی عمل قاری یا سامع کے لئے خوشی کا سرچشمہ ہے داستان گو اپنی داستان کے ذریعہ انسان کو یہی خوشی فراہم کرتا ہے اسی لئے عقل ومنطق سے عاری ہونے کے باوجود بھی داستانیں قاری یا سامع کے لئے دلچسپی تفریح اور وقت گزاری کا بہترین وسیلہ تھیں۔

داستان طلسم ہوش ربا، نوطرز مرصع یا باغ و بہار، آرائش محفل، خیال بوستان، داستانیں دراصل بزمیہ داستانیں ہیں۔ جن کے موضوعات اگر چہ مہمات سفر وآپ بیتی قسم کے ہیں تاہم ان میں واقعات کی رنگیں بیانی، محبت اور عاشق ومعشوق کے واردات قلب کی داستانیں ہیں،، مافوق الفطری عناصر کی کارفرمائیاں اور ان سے مقابلے اور بالآخر ان پر قابو پاکر ہیرو کا فتح یاب ہوجانا ہی ان کا انجام بالخیر ہوتا ہے۔ ان داستانوں میں موضوعاتی اعتبار سے نہ تو عیاری اور مکاری کے مظاہرے ہوتے ہیں اور نہ تو سیاست وحکومت کی پینترے بازی شامل ہوتی ہیں اور نہ ہی جنگ وجدل کے خونریز مناظر کی منظر کشی ہی شامل ہوتی ہے۔

قدیم زمانوں میں جب سائنسی ایجادات اور اس کے مصنوعات اور ذرائع ابلاغ کے ذرائع نہ تھے جو میسر تھے نہایت محدود تھے تب یہ پُر لطف وعیش کوشی کی نمائندہ داستانیں تفریح طبع اور وقت گزاری کے لئے سب سے پسندیدہ مشغلہ تھیں جو عوامی اور درباری سطح یعنی عوام وخواص کی اولین پسند ہوتی تھی۔

3.4 رزمیہ داستانیں

رزمیہ داستان کہنے کا رواج عرب وفارس کی تہذیب تھی۔ وہاں فن سپہ گری اور شجاعت کی مقابلہ آرائی اور ان کی پیہم حوصلہ افزائی کی خاطر رزمیہ داستانیں کہنے کا رواج تھا۔ جب عرب وفارس کی تہذیب آنے سے عربی فارسی اور اردو داستان گو حضرات نے داستان گوئی کا پیشہ اپنایا تو بزمیہ داستان کے ساتھ ساتھ رزمیہ داستانوں کو بھی

یکساں شدومد نیز دلچسپی کے ساتھ پیش کیا۔

اگر چہ ان داستانوں کا مقصد قطعاً اصلاح معاشرہ، اخلاقیاتی درس، مذہبی تبلیغ واشاعت یا اس قسم کا کوئی ایجنڈہ یا پروپیگنڈہ نہ تھا۔ مگر جب داستان اور داستان گو حضرات کی خدمات کے دوررس بلا واسطہ اثرات کا مشاہدہ اس وقت کے دانشوروں نے کیا اور اپنی رائے قائم کی کہ ذہن سازی کے لئے داستانیں بھی بہترین وسیلہ بن سکتی ہیں۔ داستان گوئی کا سب سے بڑا محرک عوامل وقت گزاری، تھکے ماندے عوام اور یکسانیت کا شکار افراد کو تفریح طبع، لطف اندوز کرنے اور طول طویل داستانوں میں دلچسپی اور کشش برقرار رکھنے کے لئے قصہ در قصہ اور کہانی در کہانی کے ساتھ ساتھ اس میں زیب داستانوی عناصر اور ضمنی واقعات کو شامل کرنا تھا۔ مگر اس کے دوررس اثرات عوام کے لسانی، سماجی، تہذیبی، تمدنی، ثقافتی اور نفسیاتی پہلوؤں پر بھی نمایاں طور پر دیکھے گئے۔

یوں بھی انسانی نفسیات کا تقاضہ ہے کہ وہ دو فریقوں مقابلہ آرائی پسند کرتا ہے اور مقابلے کے نتیجے کے لیے اس کا تجسس بھی عین فطری ہے۔ وہ نفسیاتی طور خود بخود کسی ایک فریق کا طرف دار اپنے آپ کو فرض کر لیتا ہے اور ابتداء تا انتہاء اس مقابلے میں وہ اپنے مفروضہ فریق کے فتح یاب ہونے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ خواہ وہ سیاست کے مقابلے ہوں جیسے کشتی، فٹ بال، کرکٹ، کبڈی وغیرہ جیسے کھیلوں کے مقابلے ہو یا میدان جنگ کے مناظر ہوں۔ انسان کے لئے ہمیشہ دلچسپی، کشش اور توجہ کا باعث رہے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس دلچسپی نے عوام کو روزگار سے بھی بیگانہ کر دیا ہے۔ جس روز کرکٹ میچ ہوتا ہے دفتروں، اسکولوں اور دیگر پیشہ ورانہ مقامات پر کارندوں کی حاضری نہیں ہوتی اور دکانیں بند کر کے عوام مقابلے کی دلچسپی اور متوقع نتیجے کی لالچ میں روزگار سے بیگانہ ہو کر ٹی وی اسکرین کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

قدیم دور کے داستان گو بھی اس نفسیاتی نکتے سے بخوبی واقف تھے۔ لہذا انہوں نے جنگوں کے واقعات اور مقابلے کو بڑے دلچسپ، پُر تجسس و پُر کشش بنا کر زیب داستانوی عناصر کی آمیزش سے اس طرح سامعین کے روبرو پیش کرتے کہ میدان جنگ کا سارا منظر سامع کی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتا تھا۔ رزمیہ داستانیں اکثر بادشاہ وقت کی بہادری و شجاعت و ظفر مندی کے بیان کے لیے سنائی جاتی تھی۔ تاہم ان داستانوں سے بسا اوقات اس کی فوج کی حوصلہ افزائی بھی مقصود ہوتی تھی۔ مگر عوامی سطح پر بھی کثرت سیر رزمیہ داستانیں کہنے کا رواج رہا ہے۔

داستان گوئی کا فن جب سر چڑھ کر بولنے لگا اور اس کی بدولت جا بجا سماج میں تبدیلی کا امکان پیدا ہونے لگا تو مذہبی پیشواوں نے اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے لیے مذہبی کتب میں موجود اساطیری حصوں کو بطور رزمیہ داستان کے ذریعہ معرکۂ حق و باطل برپا کر کے پیش کرنے کی سعی کی۔ تا کہ عوامی دلچسپی کا محور فرضی، خیالی اور تصواتی دنیا سے تبدیل کر کے مذہبی میلانات اور رجحانات کی طرف کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ دیگر مذہبی کتب میں بھی داستانوی مواد فراوانی سے ملتا ہے جسے وہ وقتاً فوقتاً خطاب عام، پروچن، کتھاؤں اور پرچار کے ذریعہ داستانوی ادب سے استفادہ کرتے نظر آتے ہیں۔ جس کی نظیر فی زمانہ بھی آپ آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔

3.4.1 رزمیہ منظومات میں عشقیہ داستانوں کا اثر

اردو داستانوں میں رزمیہ محض جنگ اور محاذ آرائی کا بیان نہیں ہوتا بلکہ اس معرکے کا محرک جذبہ بھی عشقیہ داستان کا مرہون منت ہوتا ہے۔ داستان میں واقعات کی پیچیدگی کی تخصیص رزمیہ کو اردو داستانوں سے قریب کر دیتی

ہے۔اور شاید اسی لیے مجنوں گورکھپوری نے لکھا ہے:

''جب مختلف افسانوں کو ایک رشتے میں پرو کر ایک مفصل و مرطوب داستان کی طرح رزمیہ نظموں میں بھی کوئی نہ کوئی عشقیہ داستان ضرور ہوتی ہے یہ عشقیہ داستان تمام رزمیہ داستانوں میں شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہے۔اگر عشق و محبت کی دلچسپ و پیچیدہ داستانوں کو رزمیہ نظموں سے الگ کر دیا جائے تو وہ یکسر بے روح ہو جائیں رزمیہ نظموں میں یقیناً سورماؤں اور بہادروں کے کارناموں کا ذکر ہوتا ہے لیکن ان کارناموں اور جانبازیوں کے پس منظر میں کوئی عشقیہ داستان یا افسانہ ضرور ہوتا ہے۔ ہومر کی اوڈیسی، اسپنسر کی فیری کوئن، پنڈت ویاس کی مہا بھارت، فردوسی کا شاہنامہ۔ والمیک و تلسی داس کی رامائن مورجل کی اینڈ اور طاسو کی یروشلم آزاد اور اس طرح کی دوسری شاہکار رزمیہ منظومات دیکھتے جائیں کوئی بھی عشقیہ داستان کی شمولیت سے خالی نہیں ملیں گی۔ بقول مجنوں گورکھپوری اگر ڈانٹی طربیہ ربانی کو رزمیہ شاعری میں داخل کر لیں جیسا کہ اس کی ہیئت اور فنی اسلوب کا مطالبہ ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ صرف محبت کی داستان پر ایک مہتم بالشان رزمیہ عمارت کھڑی ہو سکتی ہے، طربیہ ربانی کی ہیروئن بیٹرس Beatrice سے زیادہ معصوم، منزہ اور زیادہ حسین و بلند اور محبوب عورت کا تخیل دنیا میں آج تک نہ تاریخ پیدا کر سکی نہ اساطیر۔اور کہا جا سکتا ہے کہ طربیہ ربانی میں ہیروئن اور ہیرو دونوں کی جگہ لئے ہوئے ہے۔ فیری کوئن کی مختلف کتابوں میں کوئی بھی ایسی کتاب نہیں جس میں شجاعت کے معرکوں کا مرکز عشق کا درد نہ ہو۔ ہر غازی کی محبوبہ جس کی یاد میں اور جس کے نام کا ورد کرتے ہوئے وہ بڑے سے بڑے خطرے پر قابو پا لیتا ہے اور بڑی سے بڑی مہم سر کر لیتا ہے۔

(اصناف سخن نمبر، نگار، ص 72 مطبوعہ لکھنؤ)

لہذا اس سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ دنیا کا کوئی بھی رزمیہ یا رزم نامہ ایسا نہیں ہے جو عورت کو مرکز بنائے بغیر آگے بڑھا ہو۔ رامائن سے سیتا کو اینڈے سے ہیلن کو طربیہ ربانی سے بیٹرس کو شاہنامہ سے منیژہ کو نکال لیجیے رزمیہ داستان کی ساری عمارت ڈھ کر رہ جائے گی ملٹن جیسے سخت اور بے انتہا سنجیدہ شاعر نے فردوس گمشدہ کے نام سے جو مشہور زمانہ نظم لکھی ہے اس میں شیطان ہیرو ہے تو ہیروئن حوا۔ سچی بات تو ہے کہ شیطان خود بھی اپنی فتح کے لیے حوا کا محتاج ہے۔ حوا سے بے نیاز رہ کر نہ تو شیطان اپنی مہم سر کر سکتا ہے اور نہ ہی ملٹن کی فردوس گمشدہ رزمیہ شاعری کا ایسا کامیاب نمونہ بن سکتی ہے۔

اس دعوے کا ثبوت یہ ہے کہ 'فردوس باز یافتہ' جس میں شاعر نے زبردستی آدم کو پیرو بنایا ہے اور بالآخر یزداں کو فتحیاب دکھایا ہے۔ فردوس گمشدہ کے مقابلے میں بڑی صعیف اور بیجان نظم ہوکر رہ گئی ہے۔ اس طول طویل مباحثے کا حاصل کلام یہ ہے کہ جید سے جید اور انتہائی گھن گرج دار رزمیہ منظومات بھی جذبات کے لطیف ارتعاشات سے بے نیاز نہیں رہ سکتیں۔

اس تفصیل سے یہ اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ رومان کی طرح رزمیہ (ایپک) اور اردو داستان میں بھی بعض خصوصیات مشترک ہیں۔ جیسے پلاٹ کی پیچیدگی، سورماؤں کی معرکہ آرائیوں کے پس منظر میں عشق و محبت کی کارفرمائی ضرور ہوتی ہے۔ قصے میں کسی جنس لطیف کی مرکزیت، واقعات کے بیان پر تخیلی مہر ایسی چیزیں ہیں جو کم وبیش رزمیہ اور داستان دونوں میں یکساں طور پر پائی جاتی ہیں۔ گویا اردو میں داستان کا لفظ جس قسم کے قصوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اس وسعت میں رومان اور رزمیہ دونوں ہی سما جاتے ہیں۔ لہذا ان دو عوامل کو جدا جدا تو نہیں البتہ دونوں کی بعض خصوصیات اور عناصر کے ملاپ سے جو چیز معرض وجود میں آتی ہے اسے منظوم اردو داستان کا نام دے سکتے ہیں۔ اس ملاپ میں رومانی عناصر زیادہ اور رزمیہ عناصر کم ہیں۔

3.4.2 مذہبی اساطیر پر مبنی داستانیں

منظوم داستانوں یعنی مثنویوں میں علی نامہ اور فضلی کی مثنوی کربل کتھا جیسی مشہور مثنویوں میں بھی رزمیہ عناصر و اسلوب بخوبی پائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر اہل ہنود کے ہاں خصوصاً رزمیہ داستانیں جیسے رامائن کتھا کے پاٹھ (رامائن کی داستان کا مکمل بیان) کا اعادہ ہر سال شراون مہینے کی مقدس راتوں میں اور رام نومی کے نو دنوں کے درمیان بڑے اہتمام سے کیا جاتا ہے۔ اسی طرح گیتا سار مہابھارت کی جنگ کے نچوڑ اور بھگوان کرشن کے اقوال کا بھی تذکرہ کرشن جنم اشٹمی کے دوران اتنے ہی تزک واحتشام سے کیا جاتا ہے۔ اہل اسلام کے ہاں بھی ماہ محرم الحرام کے ایام میں یوم عاشورہ اور اس سے دس ایام قبل سے ہی داستان کربلا کو پورے شدومد کے ساتھ شیعہ وسنی ذاکرین سنا کر عوام کو مذہبی اقدار کی طرف راغب کرتے ہیں۔ اسی طرح داستان یوسف وزلیخہ کے ساتھ ساتھ طالوت و جالوت کی معرکہ آرائیاں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون وقت کی جنگ اور فرعون کی تمام افواج کا نیل میں غرق ہونا، جنگ بدر، جنگ احد، جنگ صفین، جنگ جمل، جنگ خندق، جنگ تبوک، جنگ خیبر اور، جنگ حنین، فتح مکہ نیز معرکۂ کربلا و دیگر اسلامی جنگوں کی مکمل داستانیں موقع درموقع بیان کر کے داستان گوئی کی روایت کو نہایت مختصر پیمانے پر ہی سہی نہ صرف زندہ کیا جاتا ہے بلکہ اسے بطور مذہبی ایجنڈہ و پروپیگنڈہ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ پھر صلیبی جنگوں، و دیگر جنگوں کی داستانیں بھی سننے سنانے کا معمول ہمارے معاشرے میں کہیں نہ کہیں پایا جاتا ہے۔ جس سے سامعین، ناظرین اور قارئین پر اس کا اچھا خاصہ مثبت اثر مرتب ہوتا نظر آتا ہے۔

داستانوں نے انسان کے لئے عملی زندگی کا ایک ایسا ضابطہ مرتب کیا ہے جس میں عیش وعشرت کی فراوانی ہے جرأت، ہمت، شجاعت اور مردانگی کے بدلے ادبی راحت وسکون کا انعام بھی موجود ہوتا ہے، مروت، محبت اور

دردمندی کے بدلے جاہ وثروت۔ عارضہ سخت کوشی کے عوض دائمی راحت ہے یہ دنیا مشاہدہ وفکر نے نہیں تصور و تخیل نے آباد کی ہے۔ اس کی تزئین وتعمیر میں ادبیت، شعریت اور فنون لطیفہ نے اپنی پوری قوتیں صرف کی ہیں۔ اس لیے ہر طرف حسن و جمال کے جلوے ہیں اور یہی بات قاری کے لیے پُرکشش ہے۔

ہماری داستانوں میں کہانی کی دلچسپی و دلفریبی کی تخیل وتصور کی کشمکش اور جدوجہد کی، اور پھر شادمانی ومسرت کی، سکون وراحت کی، باطل پر حق کی فتح کی، انسان اور فطرت کے تصادم اور ہم آہنگی کی، مادہ، روح اور سحر وفسوں کی نیرنگی عمل کی فضاء بنائی اور اس طرح ایک ایسی دنیا بسائی جو کبھی کبھی حقیقی دنیا سے بھی زیادہ سچی اور قابل یقین نظر آتی ہے۔ جو کچھ عام پر پرفطری انداز میں نہیں ہوتا ہے وہ یہاں فطری اور قابل قبول بن جاتا ہے یہاں فن کی ساری روایتیں دل کے تقاضوں پر قائم ہوتی ہے کہ اسی تقاضے کی منطق وہ واحد منطق ہے جس میں مخاطب کی دلچسپی اور اس کی خوشنودی کا مقام بھی سب سے بلند اور ارفع اور سب سے پہلا ہوتا ہے۔

داستانوں میں بہادری اور جانبازی کے مبالغہ آمیز کارناموں کی کثرت، ہیرو کی تاریخی شخصیت کی صداقت میں تخیل کی رنگ آمیزی، مناظر فطرت کے بیان میں واقعات نگاری کی بجائے شاعرانہ تصور آفرینی کا غلبہ اور منطق کے احساس کو فراموش کر کہانی کو طرب انگیز انجام دینے کی کوشش اور اور ان سب باتوں میں فن کے مطالبات کی پیروی کی بجائے قاری کی خوشنودی مزاج کی تسکین کا خیال داستانوں کی روایت کا خاص عنصر ہے جن کی مدد سے داستان نے ایک جہان نو بنانے کی روش کو اپنا شیوہ بنایا تھا۔ دراصل کہانی میں دلچسپی کے عناصر کہانی کی روایت کے تسلسل کا مظہر ہے اور اس روایت کو دستان گو (جن میں ناول نگار اور افسانہ نگار بھی شامل ہیں) اکثر زیر عمل لایا ہے۔ ہم اس حقیقت کو فراموش نہیں کر سکتے کہ فلسفہ، منطق اور نفسیات میں جب تک ایسے عناصر شامل نہ کئے جائیں وہ قاری کے لیے قابل قبول نہیں بن سکتی۔ اس طرح کہانی نے جو سفر داستان کی رنگین رومانی تخیلی وتحیراتی سرزمینوں سے شروع کیا تھا وہ عوامی پسندیدگی اور پذیرائی کے معیار کے عین مطابق تھا۔

والیٔ بیجاپور علی عادل شاہ کے فوت ہوجانے کے بعد بیجاپور کا منظر نامہ بدل گیا اور وزراء اور امراء کی خودغرضیوں کے سبب بیجاپور کی سیاست بدمزہ ہوگئی۔ اب لکھنے والوں میں اُمنگ کیسے پیدا ہو؟ یہی سبب ہے کہ تاریخ سکندری میں وہ شوخی وتڑپ نہیں ہے جو اس کی دوسری تصانیف میں نظر آتی ہیں۔ نصرتی جو بات بیان کرتا ہے وہ اس شگفتہ انداز میں اور دلچسپ مثالوں کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ وہ دل میں اتر جاتی ہیں اور جو منظر پیش کرتا ہے وہ نگاہوں کے سامنے تصویر کی شکل میں پھرنے لگتا ہے۔ جب نرم بیانی سے کام لیتا ہے تو ایسے الفاظ کا انتخاب کرتا ہے کہ وہ ایک سماں باندھ دیتا ہے۔ اگر رزم ہے تو اس دلکش پیرائے میں کہ دلوں میں ارتعاش ہونے لگتا ہے۔ جہاں شاہی دربار کا ذکر ہوتا ہے تو تمام دربار کی شان وشوکت امراء وزراء کی نشست وآداب سامنے آجاتے ہیں۔ جہاں جنگ کا بیان ہے تو وہاں حملہ آوروں کی پیش دستیاں اور ہتھیاروں کی جھنکاریں پوری طرح سنائی دیتی ہیں۔

نصرتی کے قصیدوں میں صرف بادشاہوں کی مدح سرائی ہی نہیں ہے بلکہ ان میں منظر نگاری، شاہی دربار کی آرائش

وزیبائش اور جنگ وصلح کی داستانیں تمام موضوعات ہیں۔نصرتی کی مثنویوں اور قصیدوں میں اردو زبان کا دامن امید حسب قدر مالا مال ہوا ہے۔1083ھ (1672ء) ختم ہوتے ہی بیجاپور ہی کیا تمام دکن کا پُر آشوب زمانہ تھا، اس میں چاروں طرف سے تیز آندھیاں اٹھ رہی تھیں اور سیاست اور معاشرت کی بساط الٹ رہی تھیں۔

اس عہد میں بے شمار لڑائیاں ہوئیں۔ایک طرف شیواجی کی سرکردگی میں مرہٹوں کی پیہم یورشیں ہونے لگیں تو دوسری طرف شمال کی جانب سے مغل فوجوں کا سیلاب آ گیا اور ان سے دکن کے میدانوں میں ایسے گھمسان کے معرکے ہوئے کہ خون کی ندیاں بہہ گئیں اور دکن کی ساری زمین دہلنے لگی۔کیونکہ دکنی سلطنتوں کو اپنے دفاع کے لیے ان حملہ آوروں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا تھا۔بیجاپور میں علی عادل شاہ اور گولکنڈے میں ابوالحسن تانا شاہ دکن کے آخری سورما تھے۔جنھوں نے عمر بھر دشمنوں کا مقابلہ ہی کیا۔اور اپنی سلطنتوں کی تحفظ وسلامتی کے لیے جان کی آخری بازی بھی لگا دی۔علی عادل شاہ کو دو دشمنوں سے مقابلہ درپیش تھا ایک مرہٹے یعنی شیواجی کی فوج اور دوسرے مغل یعنی اورنگ زیب کی فوج۔ تاریخ شاہد ہے کہ محمد عادل شاہ کے عہد میں (1656 تا 1672) مرہٹوں کی ایک نئی طاقت کھڑی ہوگئی۔جس کا بانی شاہ جی کا بیٹا شیواجی ہے۔شیواجی نے جس تیزی سے اپنی نئی طاقت مقابلے پر کھڑی کردی وہ تاریخ دکن کا کرشمہ ہے۔شیواجی میں قیادت اور رہنمائی کی بڑی قابلیت تھی۔شخصی جاذبیت ایسی تھی کہ سینکڑوں لوگ ان کے گرد جمع ہوجاتے تھے۔1057ھ یا 1640ء سے بیجاپور کے علاقوں میں یورشیں شروع ہوگئیں دیکھتے دیکھتے تورنا، سینہہ گڑھ اور رائے گڑھ جیسے قلعے ہڑپ لئے گئے۔اگرچہ محمد عادل شاہ کے عہد میں عادل شاہی سلطنت نے بڑی توسیع اختیار کی تھی۔ان تمام رزمیہ واقعات کو نصرتی نے اپنی مثنوی 'علی نامہ' میں بڑی تفصیل اور جزوئیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔جس کی بنیاد پر علی نامہ کو رزمیہ کلام قرار دیا جاسکتا ہے۔

اہل ہنود کی مذہبی کتاب 'مہابھارت' بھی رزمیہ داستان ہے جس میں پانچ پانڈوں نے سو عدد کورو بھائیوں سے اقتدار کے جنگ کی جس کا آنکھوں دیکھا حال ابھیمنیو نے مہابھارت کی شکل میں تحریر کیا ہے۔اسی طرح مشہور زمانہ جنگ کربلا کے واقعات کو کربل کتھا کے عنوان تلے فضلی نے مثنوی کی شکل میں تحریر کیا۔

رامائن کی ابتداء بھی ایک جنگ کے خاتمے سے ہوتی ہے جس میں رانی کیکئی کی حکمت اور دوراندیش حربوں سے راجہ دشرتھ کی جان جنگ میں بچ جانے پر وہ رانی کیکئی کو تین وچن دیتا ہے۔جس کے نتیجے میں رام کو بن باس، بھرت کو تخت وغیرہ ملتا ہے۔پھر بن باس کے دوران سیتا ہرن (سیتا کا اغواء) کا واقعہ پیش آتا ہے۔سیتا کی بازیابی اور راون کو سبق سکھانے کی غرض سے اس داستان کا اختتامی حصہ بھی جنگ پر ہوتا ہے جب راون کی لنکا پر شری رام اپنے معاون ہنومان اور ان کی وانر سینا کی مدد سے فتح پالیتے ہیں اور سیتا کا اپرہن (اغواء) ختم ہوکر انھیں آزادی نصیب ہوتی ہے۔چونکہ اسے دسہرہ کہا جاتا ہے اور اس واقعے کی یاد میں ہر سال راون دہن کی رسوم وطن عزیز کے ہر شہر اور قریئے میں ادا کی جاتی ہے۔داستان کے اس حصے کو ڈرامائی انداز میں کھیلا جاتا ہے اور اس دور کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔داستانوی دنیا کو ڈرامے کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔جس سے وطن عزیز کی تہذیبی وراثت اور ماضی کی تمدنی روایت کو دوام حاصل ہوتا ہے۔

3.5 داستانوں میں طلسم کا عنصر

انسان کی اس نفسیات کو فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ مافوق الفطرت سے انسان کی وابستگی اس کی فطرت میں ہے۔ انسان ہمیشہ سے ایمان بالغیب کا قائل ہے اور دیدہ سے شنیدہ اور شنیدہ سے زیادہ نادیدہ چیزوں کا شیدائی ہے۔ طلسم، جادو، ٹونا، ٹوٹکا، دیو، پری، بھوت پریت کے قصے نئے نہیں بہت پرانے ہیں۔ یہ چیزیں مشرق و مغرب دونوں میں یکساں مقبول رہی ہیں۔ صرف اردو کے منظوم قصوں میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے اکثر افسانوں میں مافوق الفطرت کا دخل ملتا ہے۔ تلسی داس کی رامائن، کالیداس کے ڈرامے شکنتلا، فردوسی کا شاہنامہ ہومر کی الیڈ، گوئٹے کی فاؤسٹ، ڈانٹے کی طربیہ ربانی، طاشو کی یروشلم آزاد، شیکسپیئر کے ڈرامے، اسپنسر کی فیری کوئن، ان تمام میں کوئی بھی طلسمی عنصر سے خالی نہیں ہے۔ لہذا مافوق الفطرت کو شعر کا موضوع بنانے یا اسے ادبی تحریروں میں شامل کرنے کو معیوب خیال کرنا درست نہیں ہے۔ نہ صرف مشرق بلکہ مغرب کے اہل ادب بھی مافوق الفطری عناصر کے دخل کو مذموم خیال نہیں کرتے۔ ڈرائیڈن نے تو اس قسم کی شاعری کو Merry way of writing کا نام دیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ایک شاعر صرف اصلیت، واقعیت اور عقلیت کا پابند نہیں نہ وہ تاریخ کے قانون میں جکڑا ہوا ہے۔ وہ اپنے تخیل کو ایک وسیع تر میدان عطا کرسکتا ہے غالباً اتنا کہہ دینا بالکل کافی ہے کہ ہر عہد و مذہب میں دنیا کے انسانوں کو ایک کثیر تعداد میں ہمیشہ جادو کے اثر کو تسلیم کیا ہے اور روحیں، بھوت اور پریت ظاہر ہوتے ہیں۔

جہاں تک داستانوں میں طلسمی، اور فافوق الفطری عناصر کی شمولیت کا سوال ہے تو داستانوں کے موضوعات اتنے متنوع ہوتے ہیں کہ سامع کی دلچسپی کسی بھی موڑ پر بھی ختم نہیں ہوتی۔ بعض قصے مافوق الفطرت قوتوں کے حیرت انگیز مظاہرات پیش کریں گے۔ بعض میں ساحروں کی سحر انگیز کارنامے، بھوت پریت، دیو، پری کے ایسے دلکش افسانے ہوں گے کچھ ضمنی حادثات اور مہلک مقامات کی تفصیلات پر مشتمل ہوں گی۔ بعض داستانوں کی فضا انتہائی وحشت ناک اور پراسرار ہوگی۔ بعض کہانیوں میں جانوروں اور پرندوں کے ذریعہ حیرت انگیز فضاء پیدا کی جائے گی اور بعض قصوں میں عشق و محبت کے عجیب و غریب واقعات جنسی آسودگی اور لذت خیزی کا سبب بن کر ہمارے سامنے آئیں گی۔ مثلاً اکثر داستانوں میں مرکزی پلاٹ اس انداز کا ہوگا کہ ایک بادشاہ تھا جس کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوتی تھی۔ آخری عمر میں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ شہزادے کو بڑے لاڈ و پار ناز و نعم سے پالا گیا۔ جوان ہوتے ہی یا تو شہزادہ کسی نادیدہ پری یا محبوب پر عاشق ہوگیا اور صرف ایک تصویر یا اس کا تصور ذہن میں بسا کر اس کی تلاش میں نکل پڑا۔ یا یوں ہوا کہ کوئی مافوق الفطری قوت اسے لے اڑی۔ اس کے بعد شہزادہ کسی اور کے دام محبت میں گرفتار ہوا حصول مقصد کے لیے اس نے تن من دھن کی بازی لگادی۔ آڑے وقتوں میں مافوق الفرت قوتوں نے سہارا دیا۔ آخر تمام معرکے سر ہوگئے میدان شہزادے کے ہاتھ میں رہا۔ آخری ایام عیش و راحت میں بسر ہوئے۔ گلزار نسیم، اردو کی طویل مثنوی (منظوم داستان) ہے اس طرح سحر البیان اور طلسم الفت، فسانہ عجائب اور بوستان خیال میں طلسمی کرداروں نے داستانوں میں بڑے اہم کردار نہ صرف ادا کیے ہیں بلکہ قاری کی دلچسپی، کشش اور تجسس کو بھی فروزاں رکھا ہے۔

3.6 داستانوں میں عیاری کردار

عیاری و مکاری بھی انسان کی فطری جبلت اور عادت کا حصہ ہے۔ زندگی میں ہمیں تمام واقعات بظاہر جیسے نظر آتے ہیں دراصل اتنے ہی صاف ستھرے اور عام فہم نہیں ہوتے۔ اس میں عیار طبع حضرات غیر محسوس طور پر اپنے مفاد اور مطالب پوشیدہ رکھتے ہیں جب ان کی عیاری کا عقدہ کھلتا بھی ہے تو ہمارے نزدیک بجائے افسوس کہ مزاح ولطف کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان خفت وحزیمت کی بجائیاس صورتحال سے بہت لطف اندوز ہوتا ہے اور اپنی ہی حماقت پر تبسم ریز ہوتا ہے کہ وہ کیسے ان عناصر کی کارفرمائیوں سے بے خبر رہا ہے۔

عام طور پر کمزور فریق جب غالب فریق پر اپنی قوت اور شجاعت اور آلات حرب وضرب سے قابو نہیں پا سکتا ہے تب وہ عیاری مکاری اور سیاسی پینترے بازی سے کام لے کر غالب فریق کو مغلوب کرنے کی پوری پوری کوشش کرتا ہے۔ عیاری کردار ہمیشہ محلوں کی سیاست اور اقتدار کے ساتھ وابستہ رہنے والے عوامل ہیں۔ یہ صرف محل سرا ہی نہیں دوران شکار جنگلوں اور دوران جنگ میدان جنگ میں بھی اتنی ہی تندہی اور تیزی سے اپنا کام کر جاتے ہیں کہ نتیجہ حیرت ناک اور تعجب خیز ہوتا ہے۔ جنگ ہو یا جنگلات، میدان کارزار، محلوں کے معاملات ہوں یا سفارتی معاملات مفاد کے محور تبدیل ہوتے ہی ان کی سازشیں، در پردہ منصوبہ سازی، بساط الٹ دینے اور تخت و تاج کو دیکھتے ہی دیکھتے پل بھر میں تاراج کر دینے کے پس پُشت ان ہی عیاری کرداروں کی کارفرمائیاں روپوشیدہ ہوتی ہیں۔ داستان گو انسانی فطرت کے ان اسرار سے بھی واقف تھے۔ لہذا داستان گو حضرات نے داستانوں میں عیاری کردار کو بطور تڑکا و دلچسپی و رومان برقرار رکھنے کے لیے استعمال کیا کہیں بطور کلائمکس عیاری کردار کو برتا ہے تو کہیں یہ زیب داستانوی عناصر میں سب سے زیادہ زود اثر اور مزاح ولطف کرنے والا عنصر ہوتا ہے۔

3.7 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ نے سیکھا کہ

- داستان اور دیگر نثری اصناف سخن میں بنیادی فرق کیا ہے
- بعض قصے مافوق الفطرت قوتوں کے حیرت انگیز مظاہرات کیسے پیش آتے ہیں
- نصرتی کے قصیدوں میں صرف بادشاہوں کی مدح سرائی ہی نہیں ہے بلکہ ان میں منظر نگاری، شاہی دربار کی آرائش وزیبائش اور جنگ وصلح کی داستانیں تمام موضوعات بھی ہیں
- داستان کے فن کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ داستان محفل آرائی کا ایک زبانی، بیانیہ وعوامی فن ہے
- اہل ہنود کی مذہبی کتاب 'مہابھارت' بھی رزمیہ داستان ہے جس میں پانچ پانڈوں نے سو عدد کورو بھائیوں سے اقتدار کی جنگ کی

3.8 اپنا امتحان خود لیجیے

1۔ داستانوں میں طلسمی عناصر کی بھرمار کیوں ہوتی ہے؟

2۔ کیا منظوم داستانوں میں بھی رزمیہ عناصر پائے جاتے ہیں؟

3۔ داستان گو جنگوں کے واقعات کو کس طرح پیش کرتے تھے؟

4۔ نصرتی نے اپنے قصائد میں کن موضوعات کو پیش کیا ہے؟

5۔ رزمیہ داستان کہنے کا چلن پہلے پہل کہاں ہوا؟

3.9 سوالات کے جوابات

1۔ انسان کی اس نفسیات کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ مافوق الفطرت سے انسان کی وابستگی اس کی فطرت میں ہے۔ انسان ہمیشہ سے ایمان بالغیب کا قائل ہے اور دیدہ سے شنیدہ اور شنیدہ سے زیادہ نادیدہ چیزوں کا شیدائی ہے۔ طلسم، جادو، ٹونا، ٹوٹکا، دیو، پری، بھوت پریت کے قصے نئے نہیں بہت پرانے ہیں۔

2۔ منظوم داستانوں یعنی مثنویوں میں علی نامہ اور فضلی کی مثنوی کربل کتھا جیسی مشہور مثنویوں میں بھی رزمیہ عناصر و اسلوب بخوبی پائے جاتے ہیں۔

3۔ داستان گو جنگوں کے واقعات اور مقابلے کو بڑے دلچسپ، پُرتجسس و پُرکشش بنا کر زیب داستانوی عناصر کی آمیزش سے اس طرح سامعین کے روبرو پیش کرتے کہ میدان جنگ کا سارا منظر سامع کی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتا تھا۔

4۔ نصرتی کے قصیدوں میں صرف بادشاہوں کی مدح سرائی ہی نہیں ہے بلکہ ان میں منظر نگاری، شاہی دربار کی آرائش و زیبائش اور جنگ و صلح کی داستانیں تمام موضوعات ہیں۔

5۔ رزمیہ داستان کہنے کا رواج عرب و فارس کی تہذیب تھی۔ وہاں فن سپہ گری اور شجاعت کی مقابلہ آرائی اور ان کی پیہم حوصلہ افزائی کی خاطر رزمیہ داستانیں کہنے کا رواج تھا۔

3.10 فرہنگ

لفظ	معنی
جزوئیات نگاری	تفصیلی یا باریکی سے
ابولعزمی	حوصلہ و ہمت

التزام	لازم کرنا
معشوقان خصال	عشق کی عادت والے
جہاں بانی	حکومت
واردات قلب	دل کے احوال
پیہم	ہمیشہ
شدومد	شدت سے
ظفرمندی	کامیابی
مرہون منت	کی بدولت
تخصیص	خاص
مہتم بالشان	جس کا شان سے اہتمام ہو
اساطیر	پرانے قصے (مذہبی)
بازیافتہ	حاصل کیا گیا
جید	زبردست
تزک واحتشام	شاندار پیمانے
ذاکرین	خطیب
جنم اشٹمی	کرشن کی تاریخ ولادت
جاہ وثروت	حکومت، عہدہ، اختیار
کلائمکس	نقطہ عروج
سخت کوشی	محنت
تزئین	سجاوٹ
ایمان بالغیب	غیب پر ایمان
شنیدہ	سنی ہوئی
لذت خیزی	لذت دینے والی
زوداثر	جلد اثر دار

تبسم ریز	مسکرانا
میدان کارزار	میدان جنگ
تاراج	شکست دینا

3.11 کتب برائے مطالعہ

1۔ قاضی انیس الحق	سب رس جدید اردو میں (تصنیف ملا وجہی)	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی	1985
2۔ ڈاکٹر قمر الہدی فریدی	سب رس (ملا وجہی)	ایجوکیشنل بک ہاوس، علی گڑھ	1992
3۔ ڈاکٹر جمیل جالبی	تاریخ ادب اردو (جلد اول)	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی	1987
4۔ محمد حسین آزاد	آب حیات ،اتر پردیش	اردو اکادمی، لکھنو، یو پی،	2003
5۔ ڈاکٹر ابن کنول	داستان سے ناول تک	شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی،	2001

ignou THE PEOPLE'S UNIVERSITY